کیا جناح سیکولر تھے

احمد سعید

قائداعظم محمد علی جناح نے دُنیا کے نقشے پر ایک نئی مملکت قائم کر کے جو معجزہ کر دکھایا ان کے مخالفین ابھی تک اس صدمے سے نڈھال ہیں۔ کبھی وہ ابوالکلام آزاد کے اس قول کا سہارا لیتے ہیں کہ پاکستان صرف چند سالوں کے لئے معرض وجود میں آیا ہے کبھی پاکستان کی بنیادوں پر کلہاڑی چلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذہب کی بنیاد پر قائم ہونے والا ملک زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ معاندین قائداعظم کی ذاتی زندگی پر بے بنیاد الزامات عائد کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ ان پر ہندوستان کی وحدت پر کلہاڑی چلانے کا الزام عائد کیا جاتا ہے اصحاب کچھ عرصہ سے انہیں ''سیکولر'' ثابت کرنے کی ناکام سعی کی جارہی ہے۔ ان دانشوروں کو اب ایل کے ایڈوانی کی سرپرستی بھی حاصل ہوگئی ہے۔

اگر آپ کوئی بھی لغت اٹھا کر دیکھیں تو اس میں آپ کو سیکولر کے پانچ معنی نظر آئیں گے۔

۱۔ عمر میں ایک دفعہ آنے والا

۲۔ صدیوں رہنے والا دوامی جیسے ''چرچ'' اور ''سٹیٹ'' کے درمیان مخاصمت

۳۔ دینوی، دنیاوی، غیر مذہبی اور غیر دینی

۴۔ متشکک دینی صداقت میں شک کرنے والا یا اپنی تعلیم کا مخالف

۵۔ دنیادار پادری، متاہل پادری، گرہست پادری

ان معنوں میں سے پہلے دو کا اطلاق تو کسی بھی صورت قائداعظم پر نہیں ہوسکتا۔ یورپ میں چرچ اور سٹیٹ میں مفاحمت کا جو تصور ہے وہ اسلام پر منطبق نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اسلام میں چرچ اور سٹیٹ کی علیٰحدگی کا کوئی تصور موجود نہیں۔ یورپ میں اس تصور کی ضرورت یوں پیش آئی کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کل زندگی کا صرف ۳۵ سالہ دور محفوظ ہے اس لئے ان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو بطور نمونہ پیش کرسکیں جبکہ حضور اکرم ﷺ کی احادیث کے ذریعے آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا ایک ایسا بھرپور نقشہ سامنے آتا ہے جس میں تمام مسلمانوں کے لئے ہدایت کا پیغام موجود ہے۔ صبح سے لے کر شام تک زندگی گذارنے کا عمل، پیدائش سے موت تک کے سفر کے لئے ہدایت، ناخن کاٹنے، بیت الخلا میں جانے، غسل کرنے، کاروبار کرنے، اولاد کی پرورش، جنگ کرنے، صلح کرنے، معاہدہ کرنے، حکومت کرنے، گھر چلانے غرض زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو تشنہ ہو اور جس میں آپ ﷺ کی رہنمائی نظر نہ آتی ہو اس لئے اسلام میں چرچ اور سٹیٹ ایک ہی ہیں اور ان میں مخاصمت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قائداعظم کو سیکولر ثابت کرنے کے لئے معاندین اور دوست نما دشمن مختلف ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ ایک دور میں یہ کہا جاتا رہا کہ ان کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں نہ تو انہیں نماز پڑھنی آتی ہے اور نہ ہی وہ نماز پڑھتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ الزام لگانے والوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک نام نہاد ''ستون'' سر سکندر حیات بھی شامل تھے۔ ملک برکت علی نے ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء کو قائداعظم کو لکھا کہ سر سکندر نے لائل پور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''میں گناہ گار ہو سکتا ہوں لیکن باقاعدگی کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں جبکہ آپ کے قائداعظم دن میں ایک بھی نماز نہیں پڑھتے[1]۔

چونکہ قائداعظم کی زندگی کے اس پہلو پر کوئی خاص کام نہیں ہوا اس لئے اخبارات میں شائع شدہ خبروں کے اس بے بنیاد الزام کا جائزہ لیتے ہیں۔

قائداعظم نے ۱۹۳۵ء میں عیدالفطر کی نماز بمبئی کی کرکٹ گراؤنڈ میں ادا کی تھی۔ اس موقع پر ہند میں افغانستان کے سفیر مارشل شاہ ولی بھی موجود تھے[2]۔ یکم مئی ۱۹۳۶ء کو آپ نے بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ ادا کی۔ ان کے ہمراہ ہنگری کے مفتی اعظم علامہ آفندی بھی تھے[3]۔ ۳ نومبر ۱۹۴۰ء کو آزاد میدان پارک بمبئی میں نماز عید کے بعد مسلمانوں سے خطاب کیا تھا[4]۔

۳ مارچ ۱۹۴۱ء کو لاہور کی آسٹریلیا مسجد میں نماز عصر ادا کی تھی۔ اس موقع پر آپ نے چوڑی دار پاجامہ اور اچکن زیب تن کر رکھی تھی۔ چونکہ مسجد میں تاخیر سے پہنچے تھے اس لئے صفیں پھلانگ کر آگے جانے کی بجائے پچھلی صف میں آ بیٹھے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد اپنے جوتے خود اُٹھائے تھے۔

۲۹ دسمبر ۱۹۴۱ء کو آپ نے عیدالاضحیٰ ناگپور میں ادا کی تھی۔ اس موقع پر خطبے اور دعا کے بعد لوگ آپ سے مصافحہ کے لئے بے چین تھے۔ آپ مائیک پر تشریف لائے اور سب کو عید مبارک کہہ کر نہایت شگفتہ انداز میں کہا کہ اگر آپ سب لوگ میرے ساتھ ہاتھ ملائیں گے تو میرا ہاتھ یہیں رہ جائے گا[5]۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے کراچی اجلاس (۱۹۴۳ء) کے موقع پر قائداعظم نے نماز جمعہ سندھ مدرسۃ السلام کی مسجد میں ادا کی تھی[6]۔

۳۰ نومبر ۱۹۴۴ء کو نئی دہلی میں نماز عید ادا کی اور اس موقع پر مسلمانوں سے خطاب بھی کیا۔ اس طرح ۵ نومبر ۱۹۴۵ء کو نماز عیدالاضحیٰ کے بعد مسلمانانِ بمبئی سے خطاب کیا تھا دسمبر ۱۹۴۶ء میں قائداعظم لندن تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر ممتاز حسن بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ممتاز حسن نے اس سفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لندن میں قائداعظم نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانا پسند کیا جہاں عام مسلمان نماز پڑھتے ہوں چنانچہ آپ نے ایسٹ اینڈ کی مسجد جو غریب مسلمانوں کی آبادی ہوئی تھی نماز ادا کی۔ قائداعظم کی آمد پر خطبہ ہو رہا تھا تو کچھ لوگ کھڑے ہو گئے۔ اس پر آپ نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں دیر سے آیا ہوں اس لیے مجھے جہاں جگہ ملی ہے وہی میرے لئے مناسب ہے[7]۔ یہاں حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث

کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا جس میں آپ نے لوگوں کے سروں کے پھلانگتے ہوئے آگے صف میں جانے سے منع فرمایا تھا۔ زیڈ اے سلہری بھی اس موقع پر قائداعظم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کی روایت ہے کہ قائداعظم آخری صف میں بیٹھے بڑے روایتی انداز میں خطبہ سن رہے تھے۔ میں نماز میں ان کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ ایک شخص نے نماز کے بعد ان کے جوتوں کے تسمے باندھنے چاہے مگر آپ نے اسے ایسا نہ کرنے دیا۔

۱۲ جولائی ۱۹۴۶ء کو قائداعظم نے حیدر آباد دکن کی مکہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کی تھی۔

اسلامیہ کالج لاہور میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک جلسہ میں علامہ مشرقی کے اذان دینے کا واقعہ تو ابھی کل کی بات ہے۔ جب قائداعظم نے دن بارہ بجے اذان کی آواز سنی تو کہا کہ یہ تو نماز کا کوئی وقت نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ کونسی نماز کس وقت پڑھی جاتی ہے۔

سیکولر کا تیسرا معنی یعنی دینوی، دُنیاوی، غیر مذہبی اور غیر دینی۔ آیئے اس کو قائداعظم پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر قائداعظم کی ابتدائی زندگی پر ایک غائر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاندین کے دعویٰ کے برعکس ایک مذہبی اور دینی ذہن رکھنے والے انسان تھے۔

بمبئی پریذیڈنسی سے شائع ہونے والے ایک اخبار بمبے گزٹ (Bombay Gazette) نے اپنی ۱۳ اگست ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں شہر کی مشہور و معروف سماجی تنظیم انجمنِ اسلام کے زیر اہتمام ۱۲ اگست ۱۸۹۷ء بروز جمعرات منعقدہ ایک محفل میلاد کی تفصیل دی ہے انجمن اسلام کی عمارت میں محمد جعفر کی تحریک اور نواب محسن الملک کی زیر صدارت یہ جلسہ حضور اکرم ﷺ کا یوم ولادت منانے کے سلسلے میں منعقد ہوا تھا اور اس میں ہر طبقہ کے مسلمان محفل' عرب' میمن اور بوہرے شریک ہوئے تھے۔ نواب محسن الملک نے اپنی صدارتی تقریر میں اسلام نے مسلمانوں پر جو فرائض عائد کئے ان کا ذکر اور ان سے کہا کہ وہ اپنی زندگیاں احکام اسلام کے مطابق پرہیزگاری تقویٰ و طہارت اور راست بازی سے بسر کریں۔ صدارتی تقریر سے قبل سامعین نے بھر پور توجہ اور دھیان سے مولود شریف سنا۔ اس مولود شریف میں ۲۱ سالہ ''سیکولر'' جناح بھی موجود تھا[۸]۔

اس جلسہ مولود شریف کے تقریباً چار سال بعد انجمن اسلام نے ۳۰ جون ۱۹۰۱ء بروز اتوار کو اپنے سکول کے ہال میں حضور اکرم ﷺ کا یوم ولادت منایا جس میں چار سو کے قریب مسلمانوں نے شرکت کی تھی۔

مرزا علی محمد خان نے اپنی صدارتی تقریر میں حضور اکرم ﷺ کی زندگی اور تعلیمات کا بھر پور احاطہ کیا اور آپ کے کردار کی سادگی' عالی حوصلگی' عالی ظرفی، شرافت و نجابت کا ذکر کیا اس تقریب میں ''سیکولر جناح'' بھی موجود تھا[۹]۔

انجمن اسلام کی منعقدہ عید میلاد النبی کی تقریب کے ٹھیک ۳۲ سال بعد ۷ دسمبر ۱۹۳۳ء بروز بدھ لندن کے میٹروپول ہوٹل میں مسلم سوسائٹی برطانیہ نے حضور اکرم ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے سر اکبر حیدری کی زیر صدارت ایک تقریب کا

اہتمام کیا تقریب میں علامہ اقبال، عباس علی بیگ، لارڈ ہنڈلے (نومسلم) ڈاکٹر شفاعت احمد خان، اے ایچ غزنوی، اور سردار اقبال علی شاہ کے علاوہ ایران، البانیہ، مصر اور سعودی عرب کے وزراء شامل تھے۔ شرکاء میں محمد علی جناح کا نام نمایاں تھا[۱۰]۔

اس تقریب کے تقریباً ۱۴ سال بعد ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن نے عید میلاد النبی کی تقریب کا اہتمام کیا۔ قائداعظم نے اس تقریب کی صدارت کی تھی۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ ''میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایک طبقہ دانستہ طور پر یہ پراپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان کے دستور کی اساس شریعت پر استوار نہیں کی جائے گی۔ آج بھی اسلامی اصولوں کا اطلاق زندگی پر اسی طرح ہوتا ہے جس طرح آج سے ۱۳ سو سال پہلے ہوتا تھا۔ جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں یا کچھ لوگ جو اس پراپیگنڈے سے متاثر ہیں میں انہیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو بھی خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسلام اور اس کے اعلیٰ نصب العین نے ہمیں جمہوریت کا سبق سکھایا ہے۔ اسلام نے ہر شخص کو مساوات، عدل اور انصاف کا درس دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ آج ہم اس عظیم ہستی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جن کے لئے نہ صرف لاکھوں دل احترام سے لبریز ہیں بلکہ جو دنیا کے عظیم ترین لوگوں کی نظر میں بھی محترم ہیں میں ایک حقیر آدمی اس عظیم المرتبت شخصیت کو کیا خراج عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ ایک عظیم رہبر تھے۔ آپ ایک عظیم قانون عطا کرنے والے تھے۔ آپ ایک عظیم مدبر تھے۔ آپ ایک عظیم فرمارواں تھے۔ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو بلاشبہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس بات کو بالکل نہیں سراہتے۔ اسلام نہ صرف رسوم ورواج، روایات اور روحانی نظریات کا مجموعہ ہے بلکہ اسلام ہر مسلمان کے لیے ضابطہ بھی ہے جو اس کی زندگی اس کے رویہ بلکہ اس کی سیاست و اقتصادیات وغیرہ پر محیط ہے۔ گویا ایک شخص ۲۱ سال کی عمر سے لے کر ۷۲ سال کی عمر تک مذہبی مجالس میں شرکت کرتا رہا لیکن اس کے باوجود اس پر سیکولر ہونے کا الزام ہے۔

یہ بات بھی کیسی عجیب لگتی ہے کہ ۱۹۱۲ء میں اسی سیکولر جناح نے بحیثیت رکن امپیریل قانون کونسل اسلامی قانون وقف علی الاولاد کا مسودہ پیش کیا اور اسے قانونی حیثیت دلوائی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کی آئینی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ کونسل نے ایک پرائیویٹ ممبر (Private Member) کے بل کو قانونی شکل دی تھی[۱۱]۔

قائداعظم کو ''سیکولر'' بنانے کے لئے ان کی گیارہ اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر کا سہارا لیا جاتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ قائداعظم نے شاید اپنی تمام سیاسی زندگی میں صرف ۱۱ اگست کو ہی تقریر کی تھی نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔ آیئے اس تقریر کا جائزہ لیتے ہیں سب سے پہلے تو یہ وضاحت کر دی جائے کہ قائداعظم کی تقاریر کے مندرجہ ذیل مجموعے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ (۱)۔ محمد عمر کی مرتبہ Rose Speeches (مطبوعہ صفحات) جمیل الدین احمد مرحوم کی مرتبہ Speeches &

The Nations's Writtings of Mr. Jinnah (شیخ محمد اشرف، لاہور، ۲ جلدیں)، ڈاکٹر وحید احمد کی مرتب کردہ Voice (چھ جلدیں صفحات)، ایم رفیق افضل کی مرتبہ Speeche in the Legislative Assembly قائداعظم کی تقاریر بحیثیت گورنر جنرل ۱۹۴۷ء تا ۱۹۴۸ء، گفتار قائداعظم ۱۹۱۱ء تا ۱۹۴۷ء مرتبہ احمد سعید۔

تقاریر کے یہ مجموعے ثابت کرتے ہیں کہ قائداعظم نے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر کے علاوہ بھی تقاریر کی تھیں۔ قائداعظم کی پبلک زندگی کی آخری تقریب سٹیٹ بینک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب تھی جس میں آپ نے معاشی ماہرین پر زور دیا تھا کہ سرمایہ داری نظام اور سوشلسٹ نظام انسانی مسائل حل کرنے میں ناکام رہے ہیں اس لئے وہ دنیا کے سامنے اسلامی نظام کی خصوصیات سامنے لے کر آئیں۔

۱۱ اگست کی تقریر کے بارے میں بے شمار غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں جن کا دور کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ ابھی حال ہی میں (۲۰۰۵ء) میں اے۔ آر۔ وائی ٹیلی ویژن پر ایک مورخ نما دانشور نے ایک مضحکہ خیز دعویٰ یہ کیا ہے کہ حکومت نے قائداعظم کی آخری تقریر پر پابندی لگا دی تھی۔

سوال یہ ہے کہ آیا یہ پابندی حکومت پاکستان نے عائد کی تھی یا جواہر لال نہرو کی حکومتِ ہند نے یا پھر برطانوی حکومت نے۔ ۱۱ اگست کو حکومتِ پاکستان تو ابھی معرض وجود میں بھی نہیں آئی تھی پھر بھلا وہ کس طرح یہ پابندی عائد کر سکتی تھی۔ دوم پنڈت نہرو کی حکومت کے لئے یہ بہترین موقع تھا کہ وہ قائداعظم کے نظریات میں تبدیلی کے معاملے کو اچھالتی لیکن مسئلہ یہاں بھی یہی ہے کہ پنڈت جی نے ۱۴ اگست کو اپنے عہدے کا حلف اٹھایا تھا۔ رہی برطانوی حکومت تو اس کا بھی مفاد اسی میں تھا، وہ اس تقریر پر پابندی لگانے کی بجائے اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتی۔

قائداعظم کی ۱۱ اگست والی تقریر کو اس کے سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے اس کے اصل مفہوم کو سمجھنا ایک لاحاصل امر ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قائداعظم نے اپنی اس تقریر میں اقلیتوں کے حوالے سے جو کچھ کہا وہ کوئی انہونی یا نئی بات نہیں تھی۔ قائد کی تقاریر میں آپ کو جا بجا اقلیتوں کے حوالے سے یہی کچھ نظر آتا ہے مثلاً ۱۰ نومبر ۱۹۴۶ء کو بنگال کے فرقہ وارانہ فسادات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے آپ نے ہندو مسلمانوں دونوں سے اس قتل وغارت کو بند کرنے کی اپیل کی[۱۲]۔ ۲۶ مارچ ۱۹۴۶ء کو قائد نے کوہاٹی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''میرا ایمان ہے کہ ایسی حکومت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جو اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی کرے''۔ آپ نے یقین دلایا کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا پورا تحفظ کیا جائے گا اور انہیں تمام جائز مراعات حاصل ہوں گی۔ اس کے متعلق کسی قسم کے خوف یا گمانی کی ضرورت نہیں۔ وہ پاکستان کے ایسے ہی آزاد شہری ہوں گے جیسے کسی اور مہذب ملک کے ہو سکتے ہیں[۱۳]۔

یکم جولائی ۱۹۴۷ء کو پاکستان اچھوت فیڈریشن کے صدر اور لاہور میونسپل کارپوریشن کے ڈپٹی مسٹر سکھ لال نے

قائداعظم سے دہلی میں ملاقات کی۔ ملاقات کے بعد ایک بیان میں انہوں نے اس ملاقات کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے کہا کہ قائداعظم نے مہربانی سے پاکستان میں اقلیتوں کے بارے میں تمام شکوک وشبہات کو دور کر دیا ہے اور مسٹر جناح نے یہاں تک کہا ہے کہ ہم رنگ، نسل اور ذات پات کی تمیز کے بغیر بھائیوں کی طرح رہیں گے"[۱۴]۔

۱۳ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے نئی دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں اقلیتوں کو یقین دلایا کہ ان کے مذہب، ثقافت، جان اور جائیداد کی حفاظت کی جائے گی اور وہ پاکستان کے مکمل شہری ہوں گے اور اس سلسلے میں کسی سے کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا[۱۵]۔

۱۳ جولائی کی پریس کانفرنس کے بعد آئین ساز اسمبلی کی ۱۱ اگست کی تقریر ایک تسلسل ہے اور اس پس منظر میں کی گئی ہے کہ نہ صرف مشرقی پنجاب بلکہ دہلی، یوپی اور ہندوستان کے دیگر صوبوں میں مسلم کش فسادات اپنے عروج پر تھے جس کا ردعمل مغربی پنجاب میں بھی ظاہر ہوا۔ اب ایک طرف تو انسانی جانیں ضائع ہو رہی ہیں اور دوسری جانب ہندو اور سکھ صنعت کار اپنا سرمایہ سمیٹ کر ہندوستان منتقل ہو رہے ہیں اور یوں پاکستان کو دوہری ضرب لگ رہی ہے۔ اس آگ وخون کے پس منظر میں قائد اقلیتوں کو یقین دلا رہے ہیں نہ کہ وہ اپنے ''سیکولر'' ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں اس دور کے چند اخبارات کے تراشے پیش کرتے ہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا ترجمان ڈان ابھی دہلی سے شائع ہو رہا تھا۔ قائد کی یہ تقریر ۱۲ اگست کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ ڈان نے اس تقریر کی جو سرخیاں جمائیں وہ ملاحظہ فرمایئے۔

Jinnah Assures Minorities of Full Citizenship and asks for Co-operation

ایک سابق کانگریسی اور بائیں بازو کے لیڈر میاں افتخار الدین کے اخبار پاکستان ٹائمز نے اپنی ۱۳ اگست کی اشاعت میں قائداعظم کی مذکورہ تقریر کا مکمل متن جس پر درج ذیل سرخیاں لگائی گئیں تھیں۔ اگر یہ تقریر قائد کے پرانے خیالات سے برأت اور سیکولرازم کی قبولیت کا اظہار ہوتی تو کم از کم میاں افتخار الدین کا اخبار اس طرف تھوڑا بہت اشارہ ضرور کرتا۔ اخبار پاکستان ٹائمز کی سرخیاں اس وقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ یہ تقریر اقلیتوں کو یقین دہانیوں کا چارٹر ہے نہ کہ اپنے سیکولر ہونے کے اعلان۔ تین سرخیاں ملاحظہ ہوں۔

Jinnah's call to concentrate on Mass welfare
Hope for End of Hindu-Muslim distinction in Politics
Equal Rights For All Citizens in Pakistan State

قائداعظم کے متعلق برطانوی سیاست دانوں اور اخبارات کا معاندانہ رویہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ لارڈ لنلتھگو (Linlithgow) کی سوانح 'پنڈرل مون کی مرتب کردہ لارڈ ویول کی ڈائری' اور ''پنڈت'' ماؤنٹ بیٹن کی سوانح اور انٹرویو کا ایک ایک لفظ قائد کے خلاف زہر اگلتا نظر آتا ہے۔ برطانوی پریس کے معاندانہ رویئے کے جائزہ کے لئے ڈاکٹر کے کے عزیز کی

کتاب برٹن اینڈ پاکستان کا مطالعہ کافی ہوگا۔اب اگر قائداعظم اپنی اس تقریر کو سیکولرازم کی قبولیت کا ذریعہ بنا رہے ہوتے تو کم از کم لنڈن کے اخبار ٹائمز کے پاس سنہری موقع تھا کہ وہ قائداعظم کے کردار کی منافقت کو ظاہر کرتا۔ہفت روزہ ٹائمز کے ۱۳ اگست کے شمارے میں صفحہ نمبر چھ پر یہ تقریر اس سرخی کے ساتھ شائع ہوئی تھی (A Call For Tolerance)۔یاد رہے کہ اخبار نے یہ تقریر کراچی میں اپنے خاص نمائندے کے حوالے سے شائع کی تھی۔

۱۹۴۹ء میں ایس اے آر بلگرامی نے کراچی سے ایک کتاب پاکستان اریک شائع کی تھی جس میں قائداعظم کی مذکورہ بالا تقریر صفحہ نمبر ۸ تا ۱۵ پر موجود ہے۔اس تقریر پر یہ سرخی جمائی گئی ہے۔

Jinnah's Charter of Minorties Announced

اقلیتوں ہی کے حوالے سے ایک اور نہایت اہم واقعہ اس تقریر کے ٹھیک تین دن بعد پیش آتا ہے جو ہمارے اس دعوے کو مزید تقویت بخشتا ہے کہ قائد ہرگز ہرگز اپنے گذشتہ عقائد ونظریات سے دستبردار نہیں ہوئے تھے۔۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے انتقالِ اقتدار کی منتقلی کے وقت اپنی تقریر میں یہ امید ظاہر کی کہ پاکستان میں اقلیتوں کے سلسلے میں اکبر بادشاہ کی تقلید کی جائے گی۔اس کے جواب میں قائداعظم نے کہا کہ "اکبر بادشاہ کی وہ رواداری اور نوازش جو اس نے اپنی غیر مسلم رعایا پر کیں کوئی حالیہ اختراع نہیں بلکہ تیرہ سو سال قبل ہمارے پیغمبر ﷺ نے عیسائیوں اور یہودیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد نہ صرف لفظی بلکہ عملی طور پر عالی ظرفی اور فیاضی کا سلوک کیا تھا۔آپ نے ان سے حد درجہ رواداری کا برتاؤ کیا اور ان کے مذہب اور عقاید کا احترام کیا۔مسلمانوں کی تمام تاریخ جہاں جہاں انہوں نے حکمرانی کی ایسے ہی تہذیب وشائستگی سکھانے والے عظیم اصولوں سے بھری ہوئی ہے جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیے [۱۶]۔

قائداعظم کے سیکولر ہونے والے معاملے کا ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اگر وہ سیکولر تھے تو ان کی قائم ہونے والی ریاست بھی سیکولر ہونی چاہیے۔اس بارے میں خود قائداعظم کا کیا موقف تھا۔سنیئے۔۱۳ جولائی ۱۹۴۷ء کو دہلی میں آخری پریس کانفرنس کے دوران آپ نے کہا کہ پاکستان میں اقلیتوں کے مذہب، عقیدہ، زندگیوں، جائیدادوں اور ثقافت کی مکمل حفاظت کی جائے گی اور وہ تمام معاملات میں پاکستان کے مکمل شہری تصور ہوں گے۔پریس کانفرنس میں ایک اخباری نمائندے نے سوال کیا کہ آیا پاکستان ایک سیکولر ریاست ہوگی یا مذہبی (Theoritic)۔قائداعظم نے اس پر کہا کہ آپ جو سوال پوچھ رہے ہیں وہ لامعنی اور فضول (absurd) ہے میں نہیں جانتا کہ تھیوکریٹ سٹیٹ کا کیا معنی ہے۔ایک اخباری نمائندے نے کہا کہ تھیوکریٹک سٹیٹ کا مطلب ہے کہ وہ ریاست جہاں مسلمانوں کو تو مکمل شہریت حاصل ہو جبکہ غیر مسلموں کو یہ حیثیت حاصل نہ ہو۔قائداعظم نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ اس سے پہلے میں نے جو کچھ کہا وہ بطخ کی پشت پر پانی ڈالنے کے مترادف ہوا۔خدا کے لئے اپنے ذہنوں سے اس بکواس (nonsense) کو نکال دو۔ایک اور نمائندے نے گرہ لگائی کہ شاید سوال پوچھنے والے کا مطلب ہے کہ مذہبی ریاست جیسے مولانا حضرات چلائیں گے۔اس پر جب قائداعظم نے کہا کہ ہندوستان میں پنڈتوں کی حکومت کے متعلق کیا

خیال ہے تو سب نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ Rizwan Ahmad, *Quaid-i-Azam Papers,* 1941, Karaci, 1976, p.64.

۲۔ رحیم بخش شاہین، نقوش قائداعظم، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۷۶۔

۳۔ گفتار قائداعظم، ص ۱۵۱، بحوالہ "انقلاب" ۳ مئی ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۱۔

۴۔ ایضاً، ص ۲۵۱۔

۵۔ نواب صدیق علی خان، بے تیغ سپاہی، کراچی، ۱۹۷۱ء، ص ۴۲۸۔

۶۔ صادق قصوری تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، لاہور، ص ص ۲۱-۲۲۔

۷۔ سہ ماہی صحیفہ، قائداعظم نمبر، ۱۹۷۶ء، ص ۶۴۔

۸۔ Riaz Ahmad (ed), *The Works of Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah*, Vol-I, Islamabad, 1996, p.4.

۹۔ Riaz Ahmad, Vol-I, pp.67-68.

۱۰۔ Jamiluddin Ahmad (ed), *Quaid-i-Azam as Seen by His Contepereasis*, lahore.

۱۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احمد سعید، قائداعظم مسلم پریس کی نظر میں، ص ۱۹۷۔

۱۲۔ گفتار قائداعظم، ص ۳۰۳۔

۱۳۔ بحوالہ پیسہ اخبار، ۱۰ مارچ ۱۹۴۶ء، گفتار قائداعظم، ص ۲۹۴۔

۱۴۔ Waheed Ahmad (ed), *The Nation's Voice*, Karachi, Vol-VI, p.25.

۱۵۔ پیسہ اخبار، ۲۴ جولائی ۱۹۴۷ء، گفتار قائداعظم، ص ۳۱۳۔

۱۶۔ Waheed Ahmad, Ibid, p.377.